Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

JOURNAL PROFILE
Noor-e-Tahqeeq is a quarterly, HEC "Y" Category research journal of Lahore Garrison University, publishing peer-reviewed studies in Urdu language and literature since 2017. It provides a credible platform for original research and contemporary criticism.

CONTACT
Dr Muhammad Haroon Qadir
Editor, Noor e Tahqeeq
Department of Urdu
Lahore Garrison University, Lahore 0303-3330345

Email
lgunt@lgu.edu.pk

Website
https://ojs.lgu.edu.pk/nooretahqeeq

ISSUE DETAILS
Volume 9, No 04
Oct to Dec 2025
Page No: - 54-65

DOI
https://doi.org/10.54692/nooretahqeeq.2025.090416

HISTORY OF THE PAPER
Received on: Oct 29, 2025
Accepted on: Nov18, 2025
Published on: Dec 30, 2025

PUBLISHED BY
Department of Urdu,
Lahore Garrison University
DHA Phase 6, Sector C,
Avenue 4, Lahore

TITLE OF THE PAPER

The Philosophy of Life and Death in the Poetry of Masood Qamar: An Existential Perspective

مسعود قمر کی شاعری میں مرگ وحیات کا فلسفہ: وجودی تناظر میں

AUTHOR (S)

- **Ghulam Mustafa**
  PhD Scholar, Department of Urdu
  Government College University, Faisalabad
- **Dr Sumaira Akbar** (Correspondence Author)
  Assistant Professor, Department of Urdu
  Government College University, Faisalabad

ABSTRUCT

This research study critically examines the philosophy of life and death in the poetry of Masood Qamar from an existential perspective. Qamar's poetic discourse treats life and death not merely as biological phenomena but as profound philosophical and psychological experiences deeply rooted in human consciousness. His poetry reflects existential anxiety, loneliness, alienation, and the persistent search for meaning in a fragmented modern world. Death frequently appears as both an escape from oppressive existence and a metaphysical question that challenges human certainty, while life is portrayed as a continuous struggle marked by suffering, resistance, and self-awareness. Through symbolism, paradox, and concise poetic expression, Qamar presents death as transformation rather than annihilation and life as an ongoing confrontation with existential emptiness. This study analyzes selected poems to explore how the interplay of life and death articulates a deeper philosophical vision of human suffering, consciousness, and transcendence. The research concludes that Masood Qamar's poetry offers a significant existential interpretation of life and death within contemporary Urdu poetry, transcending personal anguish to reflect universal human concerns.

KEY WORDS

Masood Qamar, Life and Death, Existential Philosophy, Human Consciousness, Alienation, Mortality

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

مسعود قمر کی شاعری میں مرگ وحیات کا فلسفہ: وجودی تناظر میں

مسعود قمر پاکستانی شاعر، ادیب، نقاد، افسانہ نگار اور صحافی ہیں جنھوں نے اردو ادب میں اپنی منفرد شناخت بنائی۔ آپ نے جدید اردو نظم اور نثر دونوں میں طبع آزمائی کی۔ ان کے کلام میں عصری شعور، فکر کی گہرائی اور تہذیبی شعور انہیں دورِ جدید کے ہم عصر شعراء میں انہیں ممتاز مقام عطا کرتا ہے۔ان کی نظموں میں عصری حسیت، وجودیت، رومان اور مزاحمت کا رنگ غالب ہے۔ ان کے کلام کے موضوعات جدید اردو شاعری کی فکری اور تہذیبی حیات کی نمائندگی کرتے ہیں۔ مسعود قمر ۱۹۵۵ء میں لائل پور موجودہ فیصل آباد میں پیدا ہوئے۔ آپ کا اصل نام قمر مسعود تھا مگر ادبی نام مسعود قمر نے زیادہ شہرت حاصل کی۔ آپ کے والد شیخ ولایت اللہ ایک ادبی و سیاسی شخصیت تھے۔ ان کی شخصیت سنوارنے میں والد صاحب نے اہم کردار ادا کیا۔ آپ کی تعلیم و تربیت کا آغاز گھر سے ہوا۔ آپ نے محض ایف۔اے تک تعلیم حاصل کی۔ مسعود قمر نے لائل پور سے اپنی ادبی زندگی کا آغاز کیا اور باقاعدہ طور پر ۷۰ کی دہائی میں شعر گوئی کا آغاز کیا۔ آپ دورِ جدید کے اہم شاعر ہیں۔ نظم ان کا خاص میدان ہے۔ ان کی نظموں کا محور جدید نظم ہے۔ ان کی شاعری کے متعلق طلعت لیاقت یوں رقم طراز ہیں:

> "ان کی نظموں میں انسان دوستی، ترقی پسندیدیت، وجودیت، تنہائی اور موت جیسے موضوعات نمایاں ہیں۔ وہ ہر قسم کے ظلم و استحصال سے پاک آزاد معاشرے کا خواب دیکھتے ہیں جس میں صنفی امتیازات نہ ہوں، روشن خیالی اور مساوات ہو وہ ایسی زندگی کا خواہاں ہے جس میں بھوک نہ ہو، پیاس نہ ہو، زندگی سے کھیلتے بدحواس نہ ہو۔"(1)

مسعود قمر حیات کی گہری بصیرت رکھتے ہیں۔ ان کی نظموں میں زندگی کی معنویت، مرگ وحیات کا فلسفہ، فنا اور بقا کے سوالات اور موت کی حقیقت پر فکری اظہار ملتا ہے۔ وہ زندگی اور موت کو فکری اور وجودی کرب سے بیان کرتے ہیں۔ زندگی میں احساسِ تنہائی انسان میں مایوسی اور اداسی کو پیدا کرتا ہے اور مسعود قمر کی نظموں میں بھی زندگی سے کرب کا واحد ذریعہ موت ہے۔ یہ موت کبھی فطری موت اور کبھی خودکشی کی صورت قارئین کے سامنے آتی ہے۔ ان کی نظموں میں موت کو کہیں گھٹیا موت، داغ دار موت، حقیر موت اور کہیں موت سے اکتاہٹ کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ اس حوالے سے میاں شہزادیوں رقم طراز ہیں:

> "کوئی دوسرا شخص موت سے شاعر کی نفرت نما محبت یا محبت نما نفرت کو پورے طور پر سمجھ نہیں سکتا، دراصل مسعود قمر موت کو ایک پناہ، مشکلات اور تنہائی سے فرار تصور کرتا ہے اور جہاں

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

موت سے نفرت ہے اصل میں وہاں موجودہ زندگی سے اکتاہٹ اور اچھی زندگی کی خواہش ہے
وہ اپنی آئیڈیل زندگی جینا چاہتا ہے۔"(2)

مسعود قمر کی نظمیں فکری اور وجودی سوالات سے لبریز ہیں جن میں وہ مرگ وحیات اور خودکشی جیسے حساس موضوعات کو موثر انداز میں بیان کرتے ہیں:

مجھے
زندگی سے محبت ہے
مگر
موت سے بھرپور زندگی کو
خودکشی ہی
زندگی دے سکتی ہے(3)

مسعود قمر زندگی کو پسند کرتے ہیں اور اس سے گہری وابستگی رکھتے ہیں۔ یہ اظہار زندگی کی قدردانی کا ہے گویا وہ حیات کی رعنائیوں سے منکر نہیں ہیں مگر زندگی کا ایک پہلو ایسا بھی ہے جو بظاہر زندہ ہونے کے اندر سے مردہ ہو چکا ہے۔ زندگی بے روح ہو چکی ہے۔ ایسی زندگی جس میں صبر، درد، اذیت اور بے معنویت غالب ہوں ایسی زندگی جینے کے قابل ہیں۔ خودکشی وہ واحد حل ہے جو انسان کو ہمیشہ رہنے والی زندگی عطا کر سکتا ہے۔ یہاں مسعود قمر نے شدید تضاد (Paradox) کا عمدہ استعمال کیا ہے۔ خودکشی بظاہر زندگی کا خاتمہ ہے مگر ان کے خیال میں ایسی مردہ زندگی سے نجات حاصل کرنا ہی اصل زندگی ہے۔ اس نظم میں خودکشی صرف جسمانی موت نہیں بلکہ اس اذیت، جمود یا جبر سے بغاوت ہو سکتی ہے جو انسان کو روحانی طور پر کھوکھلا کر دے یا اندر سے ختم کر دے۔ خودکشی، امتیاز اور اختتام دونوں کے طور پر پیش کی گئی ہے۔ یعنی خود کو ختم کرنا مگر ایک ابدی اور بہتر زندگی کے تصور کی جستجو بھی کرنا۔ زندگی سے محبت اور خودکشی بظاہر دو متضاد جذبات ہیں جنہیں مسعود قمر نے ایک فکری تسلسل میں پرویا ہے۔ یہ نظم انسانی زندگی میں موجود وجودی خلا، معاشرتی دباؤ، بے حسی اور احساسِ تنہائی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ دور جدید کی زندگی اندر سے مر چکی ہے۔

موت
زندگی کے خلاف سازش کرتی رہتی ہے
موت زندگی کا چہرہ

ڈراؤنا بنا کر دکھاتی رہتی ہے
جنہوں نے زندگی کو نہیں دیکھا ہوتا

وہ
موت پر یقین کر لیتے ہیں
اور پھر کسی انہونی کے خوف سے
ساری زندگی
موت کو ساتھ ساتھ لیے پھرتے ہیں(4)

مسعود قمر موت اور زندگی کے فلسفے کو ایک نیا زاویہ دیتے ہیں۔ موت کو ایک ایسی قوت کے طور پر پیش کیا گیا ہے جو زندگی کے خلاف سازش کرتی ہے۔ موت ہمیشہ زندگی کے حسن اور رعنائی کو مسخ کرنے کے خواہاں ہے۔ موت زندگی کا ڈراؤنا چہرہ دکھاتی ہے وہ زندگی کو ایک برا اور خوفناک تجربہ دکھاتی ہے تاکہ انسان خوف میں مبتلا رہے۔ وہ لوگ جو زندگی کے اصل حسن، حقیقت، روشنی اور امکانات کو نہیں دیکھتے وہ موت کے فریب میں آجاتے ہیں اور اپنی پوری زندگی موت کا خوف اپنے ساتھ لیے پھرتے ہیں۔ ایسے لوگ، زندگی کی رعنائیوں سے بھرپور لطف نہیں اٹھا پاتے اور موت کے سائے میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ یہاں موت کو ایک سازشی قوت اور زندگی کو اصل حقیقت کے طور پر پیش کیا گیا۔ زندگی کی اصل حقیقت کو تجربے اور شعور کی روشنی میں ہی دیکھا جا سکتا ہے۔ موت کا خوف انسان کی نفسیاتی کمزوری ہے۔ زندگی کا اصل ذائقہ محسوس کیا جائے تو موت کی ہیبت باقی نہیں رہتی۔ علی محمد فرشی انسان کو حیات کے مثبت پہلوؤں کو دیکھنے کی دعوت دیتے ہیں جس سے موت کا خوف خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔ موت کے سائے میں زندگی کو ضائع کرنے کی بجائے اس کے اصل حسن اور حقیقت کو قبول کر لینے میں ہی بقا کا راز پوشیدہ ہے۔

میں نے
پیدائش کے بعد سب سے پہلے
موت کی صلاحیت پر قابو پایا
موت کا سب سے زیادہ نقصان
زندہ لوگوں کو ہوتا ہے
میں
اپنی کسی بھی موت پر

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

خود موجود نہیں تھا(5)

اس نظم میں مسعود قمر موت کے فلسفے کو گہرے اور انوکھے انداز میں پیش کرتے ہیں۔ وہ نا صرف موت کو انسانی وجود کے ساتھ جوڑتے ہیں بلکہ اس کی معنویت کو زندگی اور شعور کے تناظر میں بھی سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ انسان پیدائش کے لمحے ہی سے موت پر غالب آجاتا ہے جنم لینا موت پر پہلی فتح ہے۔ یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ مرنے والوں کو اپنی موت کا کوئی نقصان یا ادراک نہیں ہوتا۔ اصل غم، دکھ اور خلا ان لوگوں کو سہنا پڑتا ہے جو زندہ رہ جاتے ہیں۔ اپنی موت پر خود موجود نہ ہونا فلسفہ وجود اور شعور کی انتہا کو ظاہر کرتا ہے۔ انسان اپنی موت کا مشاہدہ خود نہیں کرتا موت کا تجربہ ہمیشہ دوسروں کے لیے ہوتا ہے۔ انسانی شعور اور وجود موت کے ساتھ ہی ختم ہو جاتے ہیں۔ اپنی موت پر موجود نہ ہونا ہائیڈگر اور ژاں پال سارتر کی یاد دلاتا ہے۔ جو موت کو نہ تجربہ ہونے والا تجربہ قرار دیتے ہیں۔ انسان کو موت سے آزاد ہو کر زندگی پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

میری۔۔۔پیدائش
قبر میں ہوئی
میں
چھلانگ لگا کے باہر زندگی
سے ملا ہوں
اور
قبر کو ہمیش کے لیے دفن کر آیا ہوں
اُس پہ رکھے پتھر پر
لکھ آیا ہوں
"یہاں موت دفن ہے"(6)

اس نظم کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ موت کے بارے میں جتنا بھی سوچا جائے تو غور و فکر کیا جائے، موت ایک غیر موجود تجربہ ہے۔ انسان کو زندگی کی حقیقت پر قابو پانا چاہیے کیونکہ زندگی ہی اصل تجربہ ہے۔ مسعود قمر زندگی اور موت کے باہمی تعلق کو ایک منفرد انداز میں بیان کرتے ہیں۔ وہ تخلیقی انداز میں موت کو شکست دینے اور زندگی کو فتح کرنے کے تصور کو اجاگر کرتے ہیں۔ زندگی کا آغاز خاموشی، اندھیرے یا قید سے ہوا ہے۔ "قبر" یہاں صرف موت کی علامت ہیں بلکہ بے حسی، قید اور گھٹن کی فضا کا بھی استعارہ ہے۔ انسان اپنی قوت

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

ارادی سے موت کے تصور کو اپنے پیچھے چھوڑ سکتا ہے۔ موت محض ایک رکاوٹ ہے۔ اصل فتح زندگی کی ہے۔ اس علامتی قبر پر لکھی عبارت اس بات کا اعلان ہے کہ موت اپنی حیثیت کھو چکی ہے اس لیے انسان کو موت کی اٹل حقیقت کو قبول کر لینا چاہیے۔

میری زندگی
میری جیب میں ہے
جن لوگوں کی جیبیں زندگی سے خالی ہوتی ہیں
وہ جا کے
قبروں میں دفن ہو جاتے ہیں(7)

یہ نظم اپنی سادگی میں گہرا فلسفیانہ اور علامتی مفہوم رکھتی ہے۔ یہاں زندگی کو ایک مادی و عملی شے کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ مسعود قمر زندگی پر اپنے مکمل اختیار کو بیان کرتے ہیں جیسا کہ جیب میں رکھی ہوئی چیز پر ہوتا۔ یہ انسان کی خود مختاری اور خود اعتمادی کی علامت ہے۔ زندگی انسان کے اپنے اختیار میں ہے۔ باہر کی طاقتوں کے رحم و کرم پر نہیں ہے۔ "جیب" سے مراد دولت یا مادی وسائل نہیں بلکہ شعور، حوصلہ، تجربہ، خواب اور مقصد حیات بھی ہیں وہ لوگ جو زندگی جینے کا جذبہ نہیں رکھتے وہ دراصل زندہ ہو کر بھی خالی ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ حقیقتاً موت کے قریب ہوتے ہیں۔ بظاہر وہ زندہ ہوتے ہیں مگر ان میں زندگی کی توانائی، سرور یا وجود باقی نہیں رہتا گویا وہ زندہ لاشیں ہیں جن کا انجام قبر ہی ہے۔ خالی جیب اور قبر پُراثر تضاد کو ظاہر کرتے ہیں۔ جب جیب بھری ہو تو زندگی ہے خالی ہو تو موت ہے۔ انسان کے اصل زندہ رہنے کا اصل انحصار اس کی اندرونی توانائی، جذبوں اور وسائل پر ہوتا ہے۔ انسانی روح شعور اور حوصلہ سے بھرپور زندگی ہی اصل زندگی ہے۔ ورنہ قبر اس کا لازمی ٹھکانہ ہے۔ یہ نظم زندگی کے عملی فلسفے کو اجاگر کرتی ہے۔ ایک اور جگہ مسعود قمر مرگ و حیات کو یوں بیان کرتے ہیں:

میری
پیدائش سے پہلے ہی
میری
موت کے احکامات لکھ دیے گئے
اپنی ساری زندگی اپنے مقبرے کو
مکمل کرنے میں بسر کر دی

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

میں ڈرتا ہوں
مقبرہ مکمل ہونے سے پہلے ہی
کہیں
میں فوت نہ ہو جاؤں(8)

موت انسان کی پیدائش سے پہلے ہی مقدر میں لکھ دی جاتی ہے۔ یہ ایک الٰہی اور فطری قانون ہے کہ جو پیدا ہوتا ہے اسے فنا ضرور حاصل ہوتی ہے۔ انسان اپنی پوری زندگی محنت کرتا ہے۔ گھر، دولت، دنیاوی آسائش اور عزت و وقار بنانے کے لیے زندگی کو گزارتا ہے لیکن حقیقت میں یہ سب کچھ اس کے مقبرے کو بنانے میں صرف ہو جاتے ہیں اور اسے یہ سب پیچھے چھوڑ کر مر جانا پڑتا ہے۔ مسعود قمر ایک گہری نفسیاتی اور وجودی کیفیت کی عکاسی کرتے ہیں اور اس بات سے خوفزدہ ہیں کہ شاید وہ اپنی زندگی کے منصوبے اور خواب پورے ہونے سے پہلے موت کی آغوش میں نہ چلے جائیں۔ انسانی زندگی دراصل موت کے سفر کی تیاری ہے۔ مقبرہ علامتی طور پر انسان کی جدوجہد اور دنیاوی کوششوں کو ظاہر کرتا ہے۔ جو بالآخر قبر پر ختم ہوتی ہیں۔ مقبرہ محض قبر نہیں بلکہ پوری انسانی زندگی کا استعارہ ہے۔ موت کی حقیقت سے کوئی مضر نہیں۔ انسان پوری زندگی تعمیر و تشکیل میں گزارتا ہے لیکن موت اچانک آلیتی ہے اور انسان کو فنا کر دیتی ہے۔

پوری زندگی ایک طویل
بیماری کے سوا کچھ نہیں
مکمل مرنے سے ہی
خوشی حاصل ہو سکتی ہے
مرنے سے پہلے
مر کر ہی
اداسی سے نجات حاصل
کی جا سکتی ہے
جیسے پیدا ہونے سے پہلے
پیدا ہونا ہی
اصل پیدائش ہے
پیدا ہو کر

انسان مر جاتا ہے(9)

یہ نظم فلسفیانہ اور وجودی انداز میں زندگی، موت اور خوشی کے باہمی تعلق کو بیان کرتی ہے۔ مسعود قمر نے زندگی کو ایک طویل بیماری سے تشبیہ دی ہے۔ زندگی دکھ، غم اور مشکلات سے بھری ہوئی ہے۔ جینا مسلسل تکلیف اور درد برداشت کرنے کے مترادف ہے۔ مکمل خوشی صرف موت کے بعد مل سکتی ہے۔ کیونکہ زندگی میں دکھ اور اداسی کا سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوتا۔ موت دنیاوی دکھوں سے نجات کا ذریعہ ہے۔ انسان کو موت سے پہلے مرنا چاہیے اور دنیاوی خواہشات اور غموں کو دل سے مکمل طور پر نکالنا چاہیے تاکہ روحانی سکون حاصل ہو۔ انسان کے دنیا میں آنے سے پہلے بھی اصل زندگی موجود تھی اور موت کے بعد بھی اصل حیات کا آغاز ہوتا ہے۔ دنیاوی زندگی اصل نہیں صرف ایک محدود آزمائش، عارضی قیام گاہ اور قید خانہ ہے۔ دنیا میں آنے کے بعد انسان اصل معنوں میں مر جاتا ہے کیونکہ وہ دکھ، تکالیف اور فانی لذتوں کی قید میں چلا جاتا ہے۔ یہ نظم تصوف اور وجودیت دونوں سے میل کھاتی ہے۔ مایوسی اور امید دونوں کا عمدہ ملاپ ہے۔ ایک طرف زندگی دکھوں بھرا سفر ہے اور دوسری طرف موت نجات کا دروازہ ہے۔

خودکشی کرنے کے ہزار ہا طریقے ہیں
زندہ رہنا خودکشی کا بہترین طریقہ ہے(10)

مسعود قمر اس نظم میں انسانی نفسیات کو بیان کرتے ہیں جب انسان دکھ، مایوسی اور زندگی کے بوجھ سے تنگ آجاتا ہے تو وہ اپنے وجود کو ختم کرنے، خودکشی کرنے کے مختلف طریقے سوچتا ہے۔ زندگی کے دکھوں، اذیتوں اور جدوجہد کو جھیلتے رہنا دراصل موت کو بار بار سہنے کے مترادف ہے۔ ہر دن جینا، دکھ برداشت کرنا اور وقت کی کاری ضربوں کو سہنا گویا ایک طویل خودکشی ہے۔ یوں زندگی خودکشی کی ایک مسلسل شکل ہے۔ لمبی زندگی ایک طویل اذیت ناک موت / خودکشی ہے جو انسانی ذہن کی گہری مایوسی اور Depressive State کو ظاہر کرتا ہے۔ بعض اوقات جینا بھی روز روز مرنے کے برابر لگتا ہے۔ خودکشی اور زندگی بظاہر متضاد ہیں مگر شاعر نے انہیں ایک دوسرے کا عکس قرار دیا ہے۔

ابدیت کے دوسری طرف
کچھ بھی نہیں
زندگی
زندگی سے پہلے بھی
زندگی بھی

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

زندگی کے بعد بھی زندگی ہے(11)

یہ نظم وجود اور ابدیت پر غور و فکر کا اظہار ہے۔ مسعود قمر نے زندگی اور موقت کے روایتی تصورات سے ہٹ کر یہ فلسفہ پیش کیا ہے کہ زندگی دراصل ایک تسلسل ہے جو نہ آغاز رکھتی ہے اور نہ ہی انجام۔ ابدیت ایک ایسی حقیقت ہے جس کے پار کچھ بھی نہیں یہ ایک مطلق اور ازلی حقیقت ہے جس کے نہ آگے کچھ ہے اور نہ ہی اس کے پیچھے کوئی شے وجود رکھتی ہے۔ زندگی صرف پیدائش کے بعد جنم نہیں لیتی بلکہ عالم بالا میں پیدائش سے پہلے بھی کسی نہ کسی شکل میں موجود تھی۔ یہ صوفیانہ اور روحانی فلسفے کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ انسانی روح ہمیشہ سے موجود ہے۔ موت زندگی کا اختتام نہیں ہے بلکہ ایک نئے روحانی سفر کا آغاز ہے۔ موت کے بعد زندگی کیسی دوسری صورت یا جہت میں جاری رہتی ہے۔ موت فنا نہیں بلکہ ایک تسلسل اور تبدیلی ہے۔ روح ہمیشہ باقی رہتی ہے۔ یہ اسلامی نظریہ مرگ وحیات کی تصدیق کرتا ہے کہ بے شک ہم اسی کے لیے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ پیدائش اور موت محض مرحلے ہیں جب کے زندگی کو فنا نہیں یہ ایک لامتناہی تسلسل ہے۔

موت کے بعد زندہ رہنا
موت کی
اذیت ناک تنہائی ہے
موت
زندگی کی تنہائی سے
نجات دلاتی ہے
مگر
موت کی تنہائی سے
نجات کون دلائے گا(12)

اس نظم میں مسعود قمر انسانی وجود کے سب سے بڑے سوال یعنی موت اور اس کے بعد کے وجود پر گہری جذباتی اور فکری گرفت رکھتے ہیں۔ وہ زندگی کی تنہائی اور موت کی تنہائی کے درمیان ایک خوفناک تضاد پیش کرتے ہیں۔ اگر موت کے بعد بھی انسانی شعور قائم رہے تو یہ ایک کربناک کیفیت ہوگی کیونکہ اس وقت انسان دنیا اور تعلقات سے کٹ جاتا ہے اور یہ احساسِ تنہائی انتہائی کربناک ہے۔ زندگی میں بھی تنہائی ایک اذیت ہے اور موت اس تنہائی اور زندگی کے کرب سے نجات دیتی ہے مگر یہ ایک المناک سوال ہے کہ اگر موت کے بعد بھی انسان کی شعوری تنہائی باقی رہے تو اس سے کون نجات دلائے گا۔ بنیادی سوال یہ ہے کہ کیا موت واقعی نجات ہے یا ایک

اور بڑی تنہائی کی طرف دھکیل دیتی ہے۔ لفظ تنہائی کی تکرار گہری معنوی فضا پیدا کرتی ہے۔ اس نظم میں مایوسی کی انتہا موجود ہے کہ موت بھی انسان کو مکمل سکون نہیں دے سکتی۔

موت کی پیدائش
زندگی سے خالی ہوتی ہے
میری پیدائش
موت کو مار کر ہوئی ہے
موت کی دھن پر
پیدائش کا رقص نہیں کیا جاسکتا(13)

پیدائش اور موت ایک دوسرے کے متضاد مگر لازم و ملزوم تصورات ہیں۔ موت جب ظاہر ہوتی ہے تو اس کے اندر زندگی کی رمق باقی نہیں رہتی۔ موت کا آغاز ہی زندگی کے خاتمے سے جڑا ہے۔ موت ایک ایسا عمل ہے جس کی پیدائش صرف فنا پر مبنی ہے۔ اس میں حیات کا کوئی جوہر شامل نہیں ہوتا۔ ہر بچہ موت کے امکان کے باوجود زندہ رہتا ہے جو زندگی کی موت پر فتح کو ظاہر کرتا ہے۔ انسان کی پیدائش کا مطلب ہے کہ اس نے وقتی طور پر موت کو شکست دی اور زندگی نے اسے جنم دیا۔ موت کی خاموشی، تاریکی اور سناٹے میں زندگی کی حرکت خوشی اور رقص کا کوئی وجود نہیں۔ پیدائش اور زندگی کا جشن موت کے سائے میں ممکن نہیں ہے۔ موت کو مار کر پیدا ہونا ایک استعارتی مصرعہ ہے جو زندگی کے معجزے اور اس کے کٹھن و دشوار گزار سفر کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یہ نظم قارئین کو یہ سوچنے پر مجبور کرتی ہے کہ زندگی اور موت ایک دوسرے کی ضد ہیں اور ایک دوسرے کو مکمل طور پر تسلیم نہیں کر سکتیں۔ شاعر سادہ اور مختصر انداز میں فکری گہرائی کو پیش کرتے ہیں:

جسم کو موت ہے
پوجا کو موت ہے
تخلیق کو موت ہے نہیں(14)

یہ مسعود قمر کی نظمیہ کائناتی اور فکری جہات کی حامل ہیں۔ وہ موت اور بقا کے درمیان فرق واضح کرتی ہیں۔ فنا و بقا کا تعلق مادی اور غیر مادی حقیقتوں کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ جسم مادی شے ہے اور اس کی حقیقت فنا ہے۔ جسم وقتی اور عارضی ہے جس پر وقت، بیماری اور زوال اثر انداز ہوتے ہیں اور آخر کار یہ فنا ہو جاتا ہے۔ عبادات محض رسم، پوجا کی حد تک رہ جائیں، روحانیت سے خالی ہو جائیں تو بھی وہ موت سے دوچار ہو جاتی ہیں۔ پوجا، رسم و رواج، ظاہری عبادات اور عقائد کو ظاہر کرتی ہے۔ اگر یہ بے اثر ہو جائیں تو بے معنی ہو جاتی ہیں۔ تخلیق، حقیقی

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

روحانیت، علم اور فن کی شکل میں ہمیشہ زندہ رہتی ہے۔ اصل بقا تخلیقی قوت کو حاصل ہے۔ ایک تخلیق کار جسمانی طور پر فنا ہو سکتا ہے لیکن اس کی تخلیق اسے ہمیشہ زندہ رکھتی ہے اور آنے والی نسلوں پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔ مسعود قمر نہایت حقیقت پسندانہ انداز میں جسم اور رسمی عبادات کو فنا پذیر قرار دیتے ہیں وہ فن کی ابدیت کا تصور پیش کرتے ہیں جو یونانی فلسفے سے لے کر اردو ادب تک سامنے آتا ہے کہ فنکار مر جاتے ہیں مگر ان کا فن زندہ رہتا ہے۔ صوفیانہ تناظر میں پوجا کا مرنا دراصل ظاہر پرستی کا خاتمہ ہے جبکہ تخلیق کو روحانی جوہر مانا گیا ہے جو لافانی ہے۔ یہ کلام قارئین کو اس حقیقت سے روشناس کراتا ہے کہ جسمانی زندگی عارضی ہے لیکن فن، فکر اور تخلیقی روح ہمیشہ باقی رہتی ہے۔

مسعود قمر کی نظمیہ کائنات میں زندگی اور موت، مرگ و حیات مرکزی موضوع کے طور پر ابھرتے ہیں ان کی نظمیں وجودی کرب، انسانی تنہائی اور کائناتی سوالات کی نمائندگی کرتے ہیں۔ وہ زندگی اور موت محض حیاتیاتی(Biological) مظاہر نہیں سمجھتے بلکہ فلسفیانہ،روحانی اور نفسیاتی زاویے سے دیکھتے ہیں۔

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

حوالہ جات

1۔ طلعت لیاقت، مسعود قمر کی نظموں کا تجزیاتی مطالعہ، فیصل آباد: گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، ستمبر 2021ء، ص26.27

2۔ میاں شہزاد، ایک تارکِ وطن کا بارش بھرا تھیلا، مشمولہ: تصویریں بناتی نظمیں، مرتبہ: مقصود خالق، لاہور: نوید حفیظ پریس، 2021ء، ص47.48

3۔ مسعود قمر، آئینے میں جنم لیتا آدمی، لاہور: سائبان تحریک، 2022ء، ص110

4۔ ایضاً، ص112

5۔ ایضاً، ص150

6۔ مسعود قمر، سوکھی گھاس کا نظم پڑھنے سے انکار، لاہور: دستاویز مطبوعات، 2011ء، ص19

7۔ ایضاً، ص20

8۔ ایضاً، ص18.19

9۔ ایضاً، ص28.29

10۔ ایضاً، ص110

11۔ مسعود قمر، بارش بھرا تھیلا، لاہور: سانجھ پبلی کیشنز، 2020ء، ص100

12۔ ایضاً، ص128

13۔ ایضاً، ص130

14۔ ایضاً، ص155